آرا وافکار

ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی*

علامہ محمد ناصر الدین الالبانیؒ
ایک محدث، ایک مکتب فکر

انیسویں صدی کی آخری دہائی میں امت مسلمہ اپنی تاریخ کی نازک ترین گھڑیوں سے گزر رہی تھی کیونکہ موجودہ پرفتن دور میں جب کہ اسے شدید قحط الرجال کا سامنا ہے علماء امت کا لگاتار یکے بعد دیگرے اٹھتے چلے جانا یقیناً کسی ہرج مرج سے کم نہیں ہے۔ جانے والوں میں محققین، عُباد، زہاد، مبلغین، مصلحین، مفکرین، فقہاء اور دعاۃ بھی ہیں۔ مختلف علوم کے ماہرین اور بلند پایہ مصنفین بھی، قرآن کے مفسر بھی ہیں حدیث کے ماہرین بھی، ادیب وشاعر بھی ہیں خطباء اور اسکالرز بھی۔ ابھی حال ہی میں عالم اسلام کی کئی جلیل القدر ہستیاں اللہ کو پیاری ہوگئیں جن میں مملکت سعودیہ کے مفتی شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ بھی ہیں۔ مصطفی زرقاءؒ جیسے فقیہ، علی الطنطاوی جیسے خطیب وادیب کبیر، انور الجندی جیسے اسکالر، ڈاکٹر محمد حمید اللہ جیسے عظیم محقق، شیخ ناصر الدین البانی (۱) جیسے محدث جلیل اور علامہ شبیر احمد ازہر میرٹھی جیسے محدث ومفسر اور علامہ محمد بہجۃ الاثری، علامہ محمود محمد شاکر، علامہ محمد صالح العثیمین، شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی وغیرہم شامل ہیں۔ یہ سارے ہی لوگ مختلف مشرب رکھتے تھے اور مختلف مکاتبِ فکر سے ان کا تعلق تھا تاہم وہ سب پوری امت کی میراث اور عالم اسلام کا مشترکہ سرمایہ ہیں۔ ان میں سے کسی کی بھی رائے اور تحقیق سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن ان کے خلوص، تقوی وللّٰہیت پر شک وشبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اختلاف رائے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے کہ امام دار الہجرت مالک رحمہ اللہ کے الفاظ میں ''کل یؤخذ قولہ و یرد إلا صاحب ھذا القبر'' کی رو سے مرجعیت حقیقی صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

دین کی اصل بنیاد قرآن کریم اور اس کی تشریح سنت صحیحہ ثابتہ ہیں۔ صحابہ اور سلفِ امت ہر معاملہ میں انھیں دونوں کی طرف رجوع کرتے تھے کیونکہ یہی دونوں اُصالۂ فکر اسلامی کا اصل سرچشمہ ہیں، رہے اجماع (۲) واجتہاد (قیاس) (۳) تو وہ بھی مصدر شرعی ہیں لیکن یہ دونوں تبعاً مصدر ہیں یعنی قرآن وسنت ہی کے تابع ہوں گے۔ باقی رہیں علماء امت وائمہ عظام کی آرا، اجتہادات اور مسالک فقہیہ ومشارب کلامیہ تو یقیناً وہ سب ہمارا سرمایہ ہیں، ہمیں عزیز ہیں، لیکن وہ بذات خود حجت و سند نہیں۔ ان کی صحت وسقم، غلطی وصواب کی اصل کسوٹی قرآن اور سنت صحیحہ ہیں۔ تمام محققین سلف کا بھی یہی طریقہ رہا

---

*ڈائرکٹر فاؤنڈیشن فار اسلامک اسٹڈیز، نئی دہلی۔ ghitreef1@yahoo.com

ہے۔[۴] اسی کی رہنمائی قرآن یوں کرتا ہے: ''فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ ''(النساء:۵۹) ''جب تم میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔''

عالم اسلام پر طاری موجودہ زوال کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہے کہ **قرون مشہود لھا بالخیر** کے معاً بعد اس رجحان میں نمایاں تغیر واقع ہو گیا۔ مختلف کلامی فرقے، فقہی تحزبات اور مکاتبِ فکر قائم ہو گئے، عجمی تصوف، یونانی تفلسف اور سیاسی دھڑے بندیوں نے اس زوال میں مزید اضافہ کر دیا۔ توحیدی فکر گم اور اسلامی شخصیت پژمردہ ہو کر رہ گئی۔ قرآن کو مختلف اور متضاد تاویلوں کا نشانہ بنا لیا گیا۔ حدیث کا انکار ہونے لگا۔ اسلامی عقیدہ مختلف ایجاد بندہ رسوم و بدعات کا شکار ہو گیا۔ اور وہ صورتِ حال مسلمانوں پر چھا گئی جس کا ماتم اقبالؔ جگہ جگہ کرتے ہیں۔[۵]

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا تھا ''**لن یصلح آخر ھذہ الأمة إلا بما صلح به أولها**'' (اس امت کے آخر کی اصلاح بھی اسی سے ہوگی جس سے اس کے اول کی اصلاح ہوئی تھی) اصلاح و تجدید کا یہ دائمی اصول ہے اور احیاء دین کی کوئی بھی کوشش اس کو نظر انداز کر کے کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس اصول کا خلاصہ دو لفظوں میں قرآن اور سنت صحیحہ کی طرف دوبارہ رجوع کی دعوت ہے۔ زوال کے ادوار میں بھی خال خال ایسے مصلحین و مجددین پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے اس چشمۂ صافی کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی، یہی حقیقی اسلامی فکر ہے اور یہی سلفیت حقہ ہے۔ محدث القرن العشرین، محی السنۃ علامہ محمد ناصر الدین البانی بھی اسی مبارک قافلے کے ایک رکن رکین تھے جنھوں نے دعوت و اصلاح، تجدید و ترشید اور تحقیق و اجتہاد سے بھرپور ایک عمر گزاری اور بہترین زادِ راہ لے کر اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ آئندہ سطور میں ہم علامہ البانی رحمہ اللہ کے مکتبِ فکر کے بعض امتیازات و خصائص پر روشنی ڈالیں گے۔

البانیہ[۶] کے سابق دار الحکومت اچک درہ (اشقودرہ) کے ایک مفلس لیکن متدین اور علمی گھرانے میں شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے آنکھیں کھولیں۔ ان کا نسبی تعلق ترک نژاد اور ناؤط قبیلہ سے ہے۔ تاریخ پیدائش ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۴ء ہے۔ ان کے والد الحاج نوح نجاتی ایک متصلب حنفی عالم اور صوفی تھے۔ جنھیں اس علاقہ میں دینی و علمی مرجعیت حاصل تھی۔ محمد ناصر الدین کی پیدائش کے چند سال بعد ہی اس خاندان کو البانیہ کو خیر باد کہہ دینا پڑا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ ترکی میں آنے والے انقلاب اور یوروپ کی ترقیات سے مرعوب ہو کر البانیہ کے والی احمد زاغو نے بھی اپنے ملک میں سیکولرزم کو اختیار کر لیا اور مذہبی لوگوں پر زیادتیاں شروع کر دیں اور جبراً مغربیت تھوپنے لگا۔ چنانچہ الحاج نوح البانیہ سے ہجرت کر کے دمشق (شام) چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اس وقت دمشق میں ایک نیم سرکاری چیریٹیبل سوسائٹی **جمعیة الاسعاف الخیریہ** تعلیمی و رفاہی کاموں میں سرگرم تھی۔ اس کے تحت چلنے والے ابتدائی مدرسہ میں محمد ناصر الدین نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

چونکہ ان کے والد سرکاری اسکولوں کے مخصوص رجحانات کے باعث ان کے نظام اور نصاب سے اختلاف رکھتے تھے اور اس تعلیم کے ثقافتی اثرات و نتائج سے مطمئن نہ تھے۔ لہٰذا اپنے بیٹے کے لیے خود ہی ایک خاص نصاب بنایا اور اسی کے مطابق ان کو حفظ قرآن، تجوید کے ساتھ ہی لغت، صرف و نحو اور فقہ حنفی کی تعلیم دی۔ حفظ و تجوید کی تکمیل بروایت حفص کی۔ پھر دمشق کے متعدد علماء و مشائخ سے مختلف علوم حاصل کیے،[۷] اس دیار کے مشہور عالم شیخ سعید البرہانی سے لغت و بلاغت و ادب کے ساتھ فقہ حنفی کی معروف کتاب **مراقی الفلاح، شرح نور الإیضاح** وغیرہ پڑھیں۔ اپنی تعلیم کے دوران ہی

محمد ناصرالدین علامۃ الشام شیخ بہجہ البیطار کے علمی حلقہ میں آئے اور ان کے دروس وافادات سے فیضیاب ہونے لگے۔

اسی حلقہ کا اثر تھا کہ درسیات کے ساتھ ہی محمد ناصرالدین کو خارجی مطالعہ کا شوق بھی پیدا ہو گیا۔ ان کے مطالعہ میں بطورِ خاص شیخ سید رشید رضا(۸) کی تحریریں اور ان کا رسالہ المنار رہتا تھا۔ رشید رضا محی السنة کے نام سے جانے جاتے تھے اور مصر و شام میں رجوع الی القرآن والسنۃ کی تحریک کے اولین نقیب تھے۔ ان کی تحریروں سے غذا پا کر نوجوان ناصرالدین اپنے متشدد حنفی والد کی رائے اور رجحان کے برخلاف اجتہادی اور سلفی مکتبِ فکر سے قریب تر ہوتے چلے گئے۔ اور ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ اور ان کے استاذ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحریروں کے مطالعہ نے مزید گہرائی اور رسوخ پیدا کر دیا۔

شیخ محمد ناصرالدین البانی رحمہ اللہ کو دمشق کے علمی مراکز سے سندیں اور ڈگریاں حاصل کرنے کا اتفاق تو نہیں ہوا لیکن حدیث سے ان کی دل چسپی، انہماک اور تفوق کو دیکھتے ہوئے حلب کے مشہور عالم، محقق اور مورخ راغب الطباخ نے انھیں حدیث کی سند عطا کر دی۔ نوعمری میں ہی شیخ محمد ناصرالدین نے اپنے والد سے گھڑی سازی سیکھی اور بطور پیشہ اسی کو اپنایا۔ اس کی وجہ سے انھیں حدیث میں زیادہ سے زیادہ وقت لگانے کا موقع مل گیا کہ بقدر کفاف گھڑی سازی سے انہیں روزی حاصل ہو جاتی تھی۔ شروع میں وہ الساعاتی بھی کہے جاتے تھے۔ یاد رہے کہ الاخوان المسلمون کے بانی ومؤسس شیخ حسن البناء کے والد شیخ احمد البناء بھی گھڑی ساز تھے اور نامور محدث بھی جنھوں نے مسند احمد کی ایک نا تمام شرح الفتح الربانی کے نام سے لکھی ہے۔(۹)

عمر کی دوسری دہائی میں شیخ محمد ناصرالدین نے اپنا پہلا حدیثی کارنامہ یہ انجام دیا کہ حافظ عراقی کی ''المغنی عن جمل الأسفار فی تخریج مافی الإحیاء من الأخبار'' پر تعلیقات چڑھائیں۔ اس کام کی تقریب یوں پیدا ہوئی کی سید رشید رضا (۱۳۵۴ھ) کے مجلّہ ''المنار'' میں انھیں کے قلم سے امام غزالی کی احیاء علوم الدین پر نقد و تبصرہ شائع ہوا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے پڑھا اور اسی سے ان کو ''الإحیاء'' کے مطالعہ کا شوق ہوا۔ چنانچہ ''احیاء'' کو انھوں نے حافظ زین الدین العراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) کی تخریج احادیث کے ساتھ پڑھا۔ اور اس بالاستیعاب مطالعہ میں تعلیقات بھی لکھتے گئے۔ اسی مطالعہ نے انھیں تحقیق کی نئی راہ دکھا دی۔ آگے کی راہ بھی ہموار کر دی اور ان کا منہج عمل بھی متعین کر دیا۔ اب دمشق کے علمی حلقوں میں ان کی شہرت ہوگئی اور ان کا احترام کیا جانے لگا۔ حتیٰ کہ شہر کے مشہور کتب خانہ ''الظاھریہ'' کے ذمہ داروں نے ان کی محنت، ذوق وشوق اور علمی لگن کو دیکھ کر ان کے مطالعہ کے لیے ایک کمرہ متعین کر دیا اور لائبریری کی چابی بھی انھیں دیدی کہ جس وقت چاہیں مطالعہ کر سکیں۔(۱۰)

جس جگہ قبر ہو وہاں صلاۃ ادا کرنا اور اسے مسجد بنانا خاصا مختلف فیہ مسئلہ رہا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اس مسئلہ میں ابتداء ہی سے عدم جواز کی رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ''تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد'' کے نام سے کتاب لکھی اور اس مسئلہ سے متعلق مختلف فقہی آراء کا تقابلی مطالعہ اور ان پر قرآن وحدیث کی روشنی میں محاکمہ کیا اور اپنی رائے کو مدلل طور پر پیش کیا۔(۱۱) یہ بحث خاصی ہنگامہ خیز ثابت ہوئی اور کافی لے دے مچی۔ یہ کتاب کئی بار شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ شیخ کے اولین کارناموں میں معجم طبرانی کی تخریج بھی ہے۔ جس کا نام انھوں نے ''الروض النضیر فی ترتیب و تخریج معجم الطبرانی الصغیر'' رکھا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کے ان تحقیقی کاموں نے دیار شام کے علماء میں انھیں ممتاز کر دیا اور شام کے محدث کبیر علامہ بدرالدین الحسینی کے جانشین کے طور پر دیکھے جانے لگے۔

حدیث وسنت کے دفاع، تحقیق وتنقید حدیث اور سلف صالحین کی فکر کی تشریح میں شیخ البانی کی تصنیفات کی تعداد تقریباً ۱۶۵ تک پہنچتی ہے۔ جن میں بعض تالیفات ضخیم ہیں۔ بعض چھوٹے چھوٹے رسائل کی شکل میں ہیں۔ ان کتابوں میں اکثر شائع ہو چکی ہیں اور متعدد کا ترجمہ مختلف عالمی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ بعض کتابیں ابھی غیر مطبوع ہیں، عصر حاضر کے مستند اور علمی اسلامی لٹریچر میں ان تصنیفات کا مقام نہایت بلند ہے۔ ان کی چند اہم اور مشہور ترین کتابیں درج ذیل ہیں۔ (واضح رہے کہ ان کے مخطوطات، منافشات وغیرہ کو جمع کر کے یہ عدد ۲۲۱ تک پہنچ جاتا ہے)

۱۔ **سلسلة الأحاديث الصحيحة** ۱۴ اجزاء ۵ جلدوں میں منظر عام پر آ چکی ہے۔

۲۔ **سلسلة الأحاديث الضعيفة و الموضوعة و أثرها السيئ فی الأمة،** فہارس ایک الگ جلد میں ہیں۔ یہ کتاب مکمل چھپ چکی ہے اور شیخ کی مقبول ترین کتابوں میں سے ہے۔ **الصحيحة** اور **الضعيفة** دونوں ہی شیخ کے ان قسطوار مضمونوں کا مجموعہ ہیں جو **مجلة التمدن الإسلامی** دمشق میں عرصہ تک شائع ہوتے رہے۔ بعد میں انہیں کتابی شکل دے دی گئی (۱۲) ۷ جلدیں شائع ہو گئیں۔ کل ۱۴ جلدوں میں آئے گی۔

۳۔ **صحيح الجامع الصغير و زياداته** طبع اول چھ جلدوں میں طبع ثانی دو جلدوں میں۔

۴۔ **ضعيف الجامع الصغير** ۱۶/۱ اجزاء مکمل دو جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

۵۔ **صحيح الترغيب و الترهيب للمنذری۔** ۶۔ **ضعيف الترغيب الترهيب للمنذری۔**

۷۔ **صحيح سنن أبی داؤد۔** ۸۔ **ضعيف سنن أبی داؤد۔**

۹۔ **صحيح سنن ابن ماجه۔** ۱۰۔ **ضعيف سنن ابن ماجه۔**

۱۱۔ **معجم الحديث** (۱۴۹ اجزا) غیر مطبوع ہے۔ شیخ کی اکثر تخریجات وتحقیقات کی بنیاد یہی کتاب ہے۔ (۱۳)

۱۲۔ **حجية السنة** مشہور کتاب ہے اور اس کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں، اردو میں ہمارے استاذ مولانا بدر الزماں نیپالی مدنی نے ترجمہ کیا ہے۔ اسی موضوع پر ان کا ایک اور رسالہ ''**منزلة السنة فی الإسلام**'' کے نام سے بھی شائع ہوا ہے۔

۱۳۔ **تسديد الإصابة إلی من زعم نصرة الخلفاء الراشدين الصحابة** ۵ جلد مطبوع ہے۔

۱۴۔ **صفة صلاة النبی من التكبير إلی التسليم كأنک تراها۔** یہ بھی شیخ کی مشہور ترین کتابوں میں سے ہے۔ اور اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ (۱۴) اردو میں دو ترجمے پائے جاتے ہیں، ایک پاکستان میں ہوا ہے دوسرا ہندوستان میں۔

ان تصانیف کے علاوہ شیخ نے تقریباً ۵۰ کتابوں کی تخریج بھی کی ہے۔ ان پر تحقیقی حواشی اور تعلیقات لکھی ہیں۔ بیشتر طبع ہو چکی ہیں اور کئی کا متعدد زبانوں میں ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ ان کی مشہور ترین تخریجات یہ ہیں۔

۱۵۔ **إرواء الغليل فی تخريج أحاديث منار السبيل**: ۷ اجزاء۔ ایک علیحدہ جزء فہارس کا بھی ہے۔ **منار السبيل** فقہ حنبلی کی معروف کتاب ہے۔

۱۶۔ **الذب الأحمد عن مسند الإمام أحمد.** پاکستان کے ایک عالم نے مسند امام احمد کی اصلیت کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کیا اس کی تردید میں شیخ نے یہ کتاب لکھی ہے۔ (۱۵)

۱۷۔تخریج احادیث کتاب شرح العقیدة الطحاویة مقدمہ اور تعلیقات کے ساتھ۔

۱۸۔خطیب تبریزی کی مشکاة المصابیح کی تخریج ۳ جلد، مطبوع ہے۔

۱۹۔ریاض الصالحین للإمام النووی کی تخریج مطبوع ہے۔

۲۰۔ مختصر صحیح مسلم للإمام المنذری کی تحقیق وتحشیہ مطبوع ہے۔

۲۱۔ الجمع بین میزان الاعتدال للذهبی و لسان المیزان لابن حجر کی تحقیق غیر مطبوع۔

۲۲۔ صحیح الأدب المفرد و ضعیف الأدب المفرد للامام البخاری رحمه الله۔

۲۳۔ان تحقیقات کے علاوہ حجاب المرأة المسلمة و لباسها فی الصلاة لابن تیمیة رحمه الله کو مزید تحقیق حواشی اور تعلیقات کے ساتھ شائع کیا۔اس موضوع پر خود ان کی بھی مستقل کتاب موجود ہے جس کا نام حجاب المرأة المسلمة فی الکتاب و السنة ہے۔اس کے دوسرے ایڈیشن میں شیخ نے مزید اضافے کیے اور یہی کتاب جلباب المرأة المسلمة کے نام سے شائع ہوئی۔اس میں شیخ نے اپنی تحقیق کی روشنی میں سفور (چہرہ کا پردہ نہیں) کو ترجیح دی ہے۔وہ چہرہ کے پردہ کے وجوب کے قائل نہیں تھے لیکن اسے مستحب سمجھتے تھے اور اپنی اہلیہ اور خواتین کو پردہ کراتے تھے۔یہ مسئلہ خاصا مختلف فیہ ہے اور بہت سے علماء نے اس مسئلہ میں شیخ سے اختلاف کیا ہے۔(۱۶) ذاتی طور پر ناچیز شیخ البانی کی تحقیق کو راجح سمجھتا ہے۔

علاوہ ازیں ۲۴۔مختصر کتاب الإیمان لابن تیمیة، ۲۵۔ کتاب العلم لأبی خیثمة، ۲۶۔ رسالة فی الصیام لابن تیمیة، ۲۷۔ اقتضاء العلم و العمل، خطیب بغدادی، ۲۸۔ المسح علی الجوربین، جمال الدین القاسمی، ۲۹۔مختصر العلو للذهبی، ۳۰۔ مختصر صحیح البخاری، ۳۱۔الروضة الندیة صدیق حسن خاں بھوپالی،۳۲۔ فضل الصلاة علی النبی، قاضی اسماعیل،۳۳۔ الکلم الطیب لابن تیمیة وغیرہ کو اپنی تحقیق و تخریج کے ساتھ شائع کیا۔ان کے علاوہ: ۳۴۔ آداب الزفاف فی السنة المطهرة، ۳۵۔أحکام الجنائز وبدعها، ۳۶۔حجة النبی ﷺ کما رواها جابرؓ شیخ البانی کی اہم تصانیف میں شمار ہوتی ہیں۔ مزید براں شیخ البانی نے محمد الغزالی کی فقه السیرة ،سعید رمضان البوطی کی فقه السیرة (۱۷) شیخ یوسف القرضاوی کی الحلال و الحرام فی الإسلام اور مشکلة الفقر و کیف عالجها الإسلام کی تخریج بھی کی ہے۔ان کے علاوہ بھی متعدد کتابیں، رسالے اور مقالے ہیں جن میں دوسرے معاصر علماء پر نقد، بعض کتابوں کا جواب اور علمی تعاقب ہے۔(۱۸)

شیخ البانی رحمہ اللہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ محض کتابی عالم اور گوشہ نشین محقق نہ تھے بلکہ محیر العقول علمی اور تحقیقی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ہی انھوں نے تمام عمر اپنی دعوتی واصلاحی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں۔اس کے لیے انھوں نے اپنا اولین میدان دمشق (شام) کو بنایا تھا۔ جہاں غالی تصوف، متعصب و جامد فقہی مکاتبِ فکر اور شیعیت کے بطن سے جنم لینے والے نصیری، دروزی اور اسماعیلی جیسے گمراہ وبدعتی فرقوں کا بڑا زور تھا اور صحیح اسلامی عقیدہ رفض وتشیع اور تصوف کی انھیں مختلف گمراہ کن شکلوں اور بدعات وخرافات کے گردوغبار میں روپوش تھا۔انھوں نے عقائد کی اصلاح کے لیے چھوٹے بڑے رسائل بھی لکھے اور درسِ حدیث کے حلقے بھی قائم کیے۔توحید، فقہی مسالک اور تقلید جامد جیسے مسائل پر ان کے اور مختلف مشائخ وفقہاء کے مابین مناظرے ومناقشے بھی ہوئے۔شیخ ان مسائل میں بعض اوقات شدت اختیار کر لیتے تھے (جو کہ

وقت کا تقاضا اور مطلوب تھی) اس کی وجہ سے مشائخ، صوفیاء اور عام مقلد علماء کے اندر شدید ردعمل ہوا۔ انھوں نے شیخ البانی رحمہ اللہ کی شدید مخالفت شروع کر دی۔

حتی کہ شیخ کے والد بھی جو ایک متشدد حنفی عالم اور صوفی تھے اور بیٹے کو بھی روحانی مراکز اور مزارات پر لے جانا چاہتے تھے ان کے خلاف ہو گئے۔ [19] پورے علاقہ میں ان کے خلاف پروپیگنڈہ کے ذریعہ مخالفانہ فضا بنا دی گئی۔ لوگ انھیں ''گمراہ وہابی'' کہنے لگے۔ تاہم محقق اور راسخ العقیدہ علماء کی تائید وحمایت انھیں ہمیشہ حاصل رہی۔ بطور خاص ان کے استاذ وشیخ علامہ بہجہ البیطار سے انھیں سرگرم حمایت وتقویت ملی نیز علامہ محبّ الدین الخطیب، شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، علامہ عبد المحسن حمد العبّاد، ڈاکٹر ربیع ہادی اور علامہ مقبل بن ہادی وادعی اور شیخ محمد عبدالوہاب البنّاء وغیرہم نے آپ کی بھرپور تائید کی۔

اپنی اصلاحی ودعوتی سرگرمیوں کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ ایک میں وہ ہفتہ میں دو مرتبہ تصحیح عقائد اور علمی مسائل میں درس دیتے تھے جن میں شیخ کے تلامذہ ورفقاء کے علاوہ جامعات کے طلبہ بھی حصہ لیتے تھے۔ جن کتابوں کا درس دیا جاتا تھا ان میں خاص یہ ہیں: **الروضة الندية** مؤلفہ صدیق حسن خاں رحمہ اللہ (نواب بھوپال) جو **الدرر البهية للشوكاني** کی شرح ہے۔ **أصول الفقه** شیخ عبدالوہاب خلاف، **الباعث الحثيث شرح اختصار علوم الحديث لابن كثير** (تحقیق احمد شاکر) **منهاج الإسلام في الحكم** محمد اسد، **فقه السنة** از سید سابق جسے شیخ حسن البناء کے ایماء پر ترتیب دیا گیا تھا۔ شیخ البانی نے اس کتاب کا تکملہ وتصحیح نامہ بھی لکھا ہے جس کا نام **تمام المنة على فقه السنة** ہے۔ [20]

اپنے اصلاحی کاموں کے دوسرے حصہ میں وہ ماہانہ ٹور کرتے جو باقاعدگی اور پابندی سے ہوتے اور ہفتہ ہفتہ جاری رہتے۔ ان سفروں میں وہ خاص کر شام اور اردن کے مختلف علاقوں، شہروں اور بستیوں کا دورہ کرتے اور لوگوں کو اپنے اصلاحی مواعظ، تقاریر اور دروس سے مستفید کرتے تھے۔ شیخ البانی کے علمی وتحقیقی منہج درس اور اصلاحی پروگرام کے بہت مثبت اثرات پڑے۔ ان کی دوررسی کا اندازہ معاندین اہل بدعت کو بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ کے خلاف ان کو جو بھی موقع ملتا وہ اس کو ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے ان کی مسلسل سازشوں اور غلط بیانیوں کے باعث حکام کو شیخ کے خلاف کر دیا گیا چنانچہ ۱۹۶۷ء میں انھیں ایک مہینہ تک جیل میں ڈال دیا گیا۔ دوسری بار پھر ۶ مہینہ کے لیے انھیں حوالۂ زنداں کر دیا گیا۔ لیکن ان ساری پریشانیوں کو انھوں نے خندہ جبینی سے برداشت کیا۔ جیل میں بھی سنتِ یوسفی جاری رہی اور قید وبند کی آزمائشوں کے باوجود شیخ کا علمی، دعوتی اور تحقیقی سفر جاری رہا۔

علامہ البانی رحمہ اللہ موجودہ زمانہ میں عمل بالکتاب والسنۃ کے پرجوش داعی وعلمبردار تھے۔ حق گوئی وبے باکی کے نتیجہ میں ہمیشہ جلاوطنی اور مہاجرت کی زندگی گزاری، غیر اسلامی اور غیر شرعی اعمال پر امراء اور اربابِ اقتدار کو بھی ٹوکنے اور متنبہ کرنے سے نہ چوکتے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ مختلف علاقوں میں قیام پذیر ہوتے رہے کبھی شام، کبھی کویت وحجاز اور کبھی اردن میں۔ ۲۰/اکتوبر ۱۹۹۹ء کو عمان (اردن) میں انتقال ہوا۔ وہیں سپردخاک ہوئے، وفات سے پہلے ہی آپ نے اپنی وصیت تحریر فرما دی تھی۔ [21] اپنی عملی زندگی میں شیخ البانی رحمہ اللہ نے غیر معمولی نشاط وحرکت کا مظاہرہ کیا جس نے عالم اسلام کے اہم مراکز ورہنماؤں کو ان کی طرف متوجہ کر دیا اور مختلف جگہوں پر انھیں مختلف ذمہ داریاں تفویض کی گئیں جن میں سے کچھ خاص سرگرمیوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔شامی عالم وادیب ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی رحمہ اللہ نے انھیں موسوعة الفقه الإسلامی کے ابواب البیوع کی احادیث کی تخریج کے لیے منتخب کیا۔۱۹۵۵ء میں یہ موسوعہ شائع ہوا۔

۲۔مصروشام کے انضمام کے بعد متحدہ حکومت کے تحت ایک لجنة الحدیث کی تشکیل کی گئی جس کا مقصد کتبِ حدیث کی نشرواشاعت تھا۔شیخ البانی کو اس لجنۃ (کمیٹی) کا ایک رکن منتخب کیا گیا۔

۳۔۱۳۷۳ھ میں سعودی عرب کے إدارة البحوث و الإفتاء و الدعوة و الإرشاد کی جانب سے شیخ نے مصر، مراکش اور برطانیہ کا دعوتی وتبلیغی سفر کیا اور عقیدہ، سنت اور اصول الدین پر اپنے محاضروں اور درسوں سے اہل علم اور علمی مجالس کو مستفید کیا۔

۴۔۱۳۶۴ھ سے ۱۳۶۷ھ تک، تین سال آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ میں استاذ حدیث وسنت رہے۔۱۳۹۵ سے ۱۳۹۸ھ تک جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کی مجلس اعلیٰ کے رکن رہے۔واضح رہے کہ ۱۳۸۸ھ میں انھیں سعودی وزیر تعلیم نے ام القری مکہ مکرمہ کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز کی صدارت کا عہدہ پیش کیا تھا۔اسی طرح ہندوستان کی جامعہ سلفیہ بنارس نے بھی انھیں شیخ الحدیث کے منصب پر لانے کی کوشش کی تھی لیکن بعض وجوہات کی بنا پر شیخ البانی رحمہ اللہ دونوں ہی جگہ نہیں جاسکے۔

۶۔۱۹۹۹ء میں شیخ البانی رحمہ اللہ کو خدمتِ حدیث پر شاہ فیصل عالمی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ویسے اس اعزاز سے علامہ کی قدرومنزلت میں کوئی اضافہ نہیں بلکہ خود اس ایوارڈ نے توقیر پائی۔[۲۲]

عالم اسلام وعالم عرب میں البانی رحمہ اللہ ایک مستقل مدرسۂ فکر کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔جس کی بنیاد دواصولوں تصفية اور تربية پر رکھی گئی ہے۔مختصراً ان کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام کے فکری وثقافتی سرمایہ کو ضعیف، موضوع اور بےسروپا روایات وبدعات اور خرافات سے پاک صاف کرنا اور نئی نسلوں کی صحیح اسلامی عقیدہ کے مطابق روحانی اور اخلاقی تربیت کرنا۔ان دواصولوں کی تشریح خود علامہ کی زبانی ملاحظہ کریں:

''تصفیہ سے میری مراد مذہب اسلام کو ہر شک وشبہ سے پاک کرنا ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ سنت مطہرہ کے ذخیرہ سے ضعیف وموضوع روایات کو چھانٹ کر الگ کر دیا جائے۔پھر قرآن کی اسی صحیح سنت اور سلف صالح کی فہم وفراستِ آیات کی روشنی میں تفسیر کی جائے۔اس آخری شق کی تکمیل بغیر علوم حدیث خصوصاً جرح وتعدیل کا گہرا مطالعہ کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔اس سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ میں تفسیر قرآن کو ان ہی حدود میں قید کرنا چاہتا ہوں جو سلف نے متعین کی ہیں بلکہ میری منشاء صرف یہ ہے کہ تفسیر کے باب میں منہج سلف کا التزام کیا جائے کیوں کہ اس التزام کا فائدہ یہ ہوگا کہ نتیجۂ فکر کا ارتکاز اور پراگندہ خیالی کا سدباب ہوجائے گا...''۔

اس کے بعد دوسرے اصول کی توضیح یوں کی ہے:

''اور تربیت سے میری مراد مسلم نسل کو قرآن وسنت سے ماخوذ صحیح اسلامی عقیدہ پر چلنا سکھانا ہے۔یہاں پر یہ بات میں خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنا چاہوں گا کہ مسلمان بچوں کو عبادت کا عادی بناتے ہوئے بعض لوگوں کی طرح ان بچوں کے سامنے عبادت کے مادی فوائد پر زیادہ کلام نہ کیا جائے اور اگر عبادت کے مادی فوائد کا ذکر ناگزیر ہی ہوجائے تو اسے آخری صورت کے طور پر استعمال کیا جانا چاہیے۔یہاں پر یہ بات کہہ دینا بھی میں نہ بھولوں گا کہ اسلامی قانونِ شریعت کو اللہ اور اس کے حکم کی تابعداری کے طور پر پڑھایا جائے اور وقتِ تدریس اس

کے مادی فوائد کو بیان کرنے کا زیادہ اہتمام نہ کیا جائے...''۔ (۲۳)

البانی رحمہ اللہ مکتبِ فکر کے راقم سطور کی نظر میں یہ چند اہم خصائص وامتیازات ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک:

۱۔ دین کی وہی تعبیر درست ومعتبر ہے جو قرآن وسنت اور فہم سلف کے مطابق ہو اور ناجی وہ ہے جو کتاب وسنت کے فہم کے لیے سبیل المومنین پر کاربند ہو۔

اسی پہلو سے انھوں نے متعدد معاصر مسلم شخصیات، مصنفوں اور تحریکات پر رد فرمایا ہے۔ شیخ کے ردود وتعقبات کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ انھوں نے اخوان المسلمون اور جماعتِ اسلامی وغیرہ اسلامی تحریکات سمجھی جانے والی جماعتوں اور ان کی کئی تعبیرات پر بھی تنقید فرمائی۔ یہ دونوں جماعتیں جاھلیة القرن العشرین کے عنوان سے ایک اصطلاح استعمال کرتی ہیں اور اس کو اتنا عام کرتی ہیں کہ مسلم ممالک اور ان کے حکمرانوں کو بھی اس عموم میں شامل کرتی ہیں۔ اخوان المسلمون کے متشدد دھڑے جماعة التکفیر والھجرة نے تو اس اصطلاح کے حوالہ سے معاصر مسلم حکمرانوں کی حکمرانی کو جاہلیت قرار دے کر ان کے خلاف تشدد وارہاب اور خروج کو جائز قرار دیا تھا۔ اسی جماعت کے ایک رکن خالد اسلامبولی نے انور سادات (مصری صدر) کو کافر اور دشمنوں کا ایجنٹ قرار دے کر گولی ماردی تھی۔ شیخ البانی نے اس مروجہ اصطلاح کا رد فرمایا۔ اور کفر اعتقادی وکفر عملی میں فرق وامتیاز کی وضاحت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن القیمؒ کے افکار کی روشنی میں فرمائی، انھوں نے ارہاب وتشدد کو حرام قرار دیا اور حکمرانوں کے خلاف خروج پر شدید نکیر فرمائی۔ (۲۴)

اپنے ایک طویل انٹرویو میں شیخ البانی نے فرمایا: تصفیہ وتطہیر کے اس عمل کے ساتھ ساتھ دوسری چیز جو اہم ہے وہ خالص اسلام کے سایہ میں نوجوان نسل کی تربیت اور انھیں پروان چڑھانے کا کام ہے۔ موجودہ صدی میں اسلام کے نام سے جو جماعتیں اور تنظیمیں وجود میں آئی ہیں جب ہم ان کے کاموں کا جائزہ لیتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان جماعتوں نے اس پہلو سے کوئی خاص استفادہ نہیں کیا ہے۔ سوائے یہ چیخنے چلانے کے کہ وہ اسلامی حکومت کا قیام چاہتی ہیں۔ اپنی اس دلیل سے انھوں نے بہت سے معصوموں کے خون سے ہولیاں کھیلیں۔ ان کے کتاب وسنت سے متصادم عقائد ونظریات کی گونج برابر ہمارے کانوں میں سنائی دیتی رہی ہے۔ یہاں اسی مناسبت سے ہم ایک داعی کی بات نقل کر رہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کے متبعین اس کا التزام کریں اور اسے عملی جامہ پہنائیں۔ وہ فرماتے ہیں:

''أقیموا دولة الإسلام فی قلوبکم تقم لکم علی أرضکم''(حسن البناءؒ)

''اسلام کی حکومت پہلے اپنے دلوں پر قائم کرو زمین پر بھی قائم ہو جائے گی''۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمان جب اپنے عقائد کتاب وسنت پر مبنی، صحیح اور درست کر لیں گے تو ان کی عبادات اور اخلاق و سلوک بھی صحیح ودرست ہو جائیں گے لیکن افسوس ہے کہ اس حکیمانہ بات کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں صرف حکومت الٰہیہ کے قیام کے لیے چیخنا چلانا رہ گیا ہے۔ شاعر نے ایسے لوگوں کے متعلق کہا ہے ۔

ترجو النجاة و لم تسلک مسالکھا

إن السفینة لا تجری علی الیبس (۲۵)

۲۔ البانی مکتبِ فکر کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ تقلید کا قائل نہیں۔ بطور خاص اہل علم کے لیے تقلید جامد اس کی نظر میں جائز نہیں۔ اس اصول کی توضیح شیخ نے اپنی متعدد تالیفات میں بتکرار کی ہے۔ شیخ علمی وعملی طور پر خود بھی سختی سے اس

اصول کی پیروی کرتے ہیں۔ان کا کہنا ہے:

أن العلم لا يقبل الجمود فهو فی تقدم مستمر من خطأ إلی صواب و من صحيح إلی أصح. (۲۶)

''علم جمود کو گوارا نہیں کرتا، وہ ہمہ وقت غلط سے صحیح اور صحیح سے صحیح تر کی طرف گامزن رہتا ہے''۔

اپنی علمی تحقیقات، حدیث کی تخریجات اور تصحیح وتضعیف وغیرہ میں کسی مسلک ومشرب کی پیروی وہ نہیں کرتے، نہ کسی شخصیت سے متاثر ہوکر کوئی رائے قائم کرتے بلکہ ٹھیٹ علمی اصول وضوابط کی پیروی کرتے ہیں۔اس سلسلہ میں لکھا ہے:

و ممـا ينبغي أن يذكر بهذه المناسبة أني لا أقلد أحداً فيما أصدره من الأحكام علی تلک الأحـاديث و إنما أتبع القواعد العلمية التي وضعها أهل الحديث، وصبروا عليها فی إصدار أحكامهم علی الأحاديث من صحة أو ضعف. (۲۷)

''اس مناسبت سے یہ ذکر کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں ان احادیث پر حکم لگانے کے عمل میں کسی کی تقلید نہیں کرتا بلکہ علماء حدیث کے وضع کردہ علمی قواعد واصول کی پیروی کرتا ہوں جن کی کسوٹی پر انہوں نے احادیث پر صحت وضعف کا حکم لگایا ہے''۔

مولانا مودودیؒ اور سید قطبؒ نے بڑے شدومد سے دعویٰ کیا ہے کہ **أخص خصائص الألوهية الحاكمية** یعنی تشریع اور قانون سازی کا حق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔اس میں کوئی انسان اس کا شریک ہے نہ کوئی کمیٹی اور تنظیم۔ شیخ اس تشریح کو ناکافی سمجھتے ہیں اور اس میں اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ اکثر تعلیم یافتہ نوجوانوں نے اسلامیات کے ان اسکالروں (اخوانیوں) کے ذریعہ یہ تو جان لیا کہ حاکمیت صرف اللہ کے لیے ہے۔لیکن ٹھیک اسی وقت ان نوجوانوں میں سے اکثر کو اس کے بعد خیال نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ کے مبدأ حاکمیت میں جس مشارک کی نفی کی گئی ہے اس کی بابت اس میں کچھ فرق نہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر جس انسان کی پیروی کی گئی ہے وہ مسلمان ہو (جس نے اللہ کے کسی حکم کے اندر غلطی کی ہو) یا کافر ہو (جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شارع بنا لیا ہو) یا عالم ہو یا جاہل۔ان میں سے ہر ایک اللہ کے مبدأ حاکمیت کے منافی ہے''۔آگے مزید لکھتے ہیں: ''یہ چیز ہے تقلید کو دین بنا لینا اور کتاب وسنت کی نصوص کو تقلید کی وجہ سے رد کردینا''۔(۲۸)

۳۔خبر واحد کی حجیت: عام طور پر اصول فقہ کی کتابوں میں خبر واحد کو ظنی کہا جاتا ہے جس سے گمان ہوتا ہے کہ اس سے کسی قطعی حکم کا ثبوت نہیں ہوتا۔حضرات حنفیہ اس اصول پر بہت زور دیتے ہیں اور موجودہ زمانے کے بہت سے مسلم مصنفین و مفکرین نے اسے ایک علمی مسلمہ کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔حالانکہ یہ نظریہ اپنے آپ میں نہایت خطرناک ہے۔پھر بھی عجیب بات ہے کہ اہل علم نے بڑی تعداد میں اس بے اصل رائے کو اختیار کر رکھا ہے۔خبر واحد کی ظنیت کے نظریہ کی آڑ میں منکرین حدیث اور دیگر متشککین نے پورے ذخیرۂ حدیث کو مشتبہ ومسترد کرنے کی نامسعود کوشش کی ہے۔عالم عرب میں شیخ البانی نے ظنیت کے اس فاسد نظریہ کی پرزور دلائل سے تردید فرمائی۔اور **الحديث حجة بنفسه فی العقائد و الأحكام** لکھ کر ثابت کیا کہ خبر واحد بھی اپنے حکم میں قطعی اور واجب العمل ہے۔اس کے علاوہ **حجية السنة** کے عنوان سے ایک مدلل مقالہ بھی اسی موضوع پر ارقام فرمایا۔ہندوستان میں راقم کے علم کی حد تک، اس سلسلہ میں بڑی عمدہ اور تحقیقی

بحث علامہ شبیر احمد ازہر میرٹھی رحمہ اللہ نے کی ہے۔ انھوں نے ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا ہے کہ خبر واحد کی ظنیت کا نظریہ غلط اور فاسد ہے اور خبر واحد کو یقینی اور واجب القبول سمجھنے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔ ان کی پوری بحث پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ (۲۹)

۴۔ فضائل اعمال میں بھی ضعیف احادیث پر عمل نہیں کرنا چاہیے: متعدد علماء وائمہ اور اکابر محدثین بھی باستثنائے چند فضائل اعمال کی احادیث کے سلسلہ میں تساہل برتتے آئے ہیں۔ تاہم محقق اور فقہاء محدثین اس بارے میں بھی سختی برتتے ہیں۔ شیخ البانی چونکہ ایک مجتہد محدث ہیں اس مسئلہ میں بھی اپنی ایک رائے رکھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ عبادات، عقائد و احکام، فضائل و مناقب، ترغیب وترہیب، زہد و رقاق غرض دین کے کسی بھی باب میں ضعیف احادیث پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ یہ رائے بظاہر اجنبی سی لگتی ہے لیکن گہرائی سے جائزہ لینے سے یہی رائے قوی معلوم ہوتی ہے۔ تمام المنة علی فقه السنة پر اپنے مقدمہ میں علامہ البانی نے اصول حدیث کے سلسلہ میں بعض نہایت جلیل الشان اور دقیق قواعد بیان فرمائے ہیں۔ ان میں بارہویں قاعدہ کے تحت انھوں نے جو کچھ لکھا ہے ان کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

ترک العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال: اشتهر بين كثير من أهل العلم و طلابه أن الحديث الضعيف يجوز العمل به في فضائل الأعمال و يظنون أنه لا خلاف في ذلك كيف لا؟ والنووي رحمه الله نقل الاتفاق عليه في أكثر من كتاب واحد من كتبه. و فيما نقله نظر، لأن الخلاف في ذلك معروف فإن بعض العلماء المحققين على أنه لا يعمل به مطلقا لافي الأحكام ولا في الفضائل. قال الشيخ القاسمي في قواعد التحديث (ص ۹۴): حكاه ابن سيد الناس في ”عيون الأثر“ عن يحيىٰ بن معين و نسبه في فتح المغيث لأبي بكر بن العربي و الظاهر أن مذهب البخاري و مسلم ذلك أيضا.... و هو مذهب ابن حزم.... قلت: و هذا هو الحق الذي لا شك فيه عندي لأمور۔ (۳۰)

”فضائل اعمال کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا: بہت سے اہل علم وطلاب علم کے درمیان یہ نظریہ رواج و شہرت حاصل کر چکا ہے کہ فضائل اعمال کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔ ایسا کیوں کر نہ ہو جبکہ نووی رحمہ اللہ نے اپنی ایک سے زائد کتابوں میں اس سلسلے میں علماء کا اتفاق نقل کیا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ نووی رحمہ اللہ نے جو اتفاقِ علماء نقل فرمایا ہے وہ محل نظر ہے کیوں کہ اس باب میں علماء کا اختلاف مشہور ومعروف ہے۔ بعض محقق علماء کرام کہتے ہیں کہ ضعیف حدیث پر عمل نہ احکام میں کیا جائے گا اور نہ فضائل اعمال میں۔ شیخ قاسمی نے ”قواعد التحديث“ ص ۹۴ میں لکھا ہے جسے ابن سید الناس نے ”عيون الأثر“ میں یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے اور فتح المغيث میں ابوبکر ابن العربی سے منسوب کیا ہے، سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اس باب میں بخاری ومسلم رحمہما اللہ کا مسلک بھی یہی ہے.... اور ابن حزم کا بھی یہی.... میرا خیال ہے کہ متعدد وجوہات کی بناء پر یہی حق ہے“۔

اس کے بعد تفصیل سے اپنے دلائل دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ ضعيف الترغيب کے مقدمہ میں بھی اس مسئلہ پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔ اور اپنی رائے کے متعدد دلائل دیئے ہیں۔ یہاں یہ اشارہ کرنا بھی مناسب ہوگا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کی کتابوں کے مقدمے بھی بے نظیر، دقیق اور مہتم بالشان فوائد وافادات کے حامل ہوتے ہیں۔

علامہ البانی کے فکر و مؤلفات پر عربی میں ان کی زندگی میں ہی کام شروع ہو گیا تھا۔ ان کے تلامذہ ان کے منہج کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ علماء حدیث نے ان کی بعض تحقیقات وتفردات سے اختلاف وتعقب بھی کیا۔ ہندوستانی علماء میں علامہ حبیب الرحمن اعظمی نے الألبانی أخطاء ہ و شذوذہ کے نام سے ان کی تحقیقات وآراء سے اختلاف کیا تھا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ یہ کتاب ارشد السلفی کے نام سے چھاپی گئی۔ (۳۱) شیخ البانی کی معاصر علماء فقہ وحدیث سے بھی خاصی چشمک اور ردوکد رہی بعض اوقات بات علمی زبان واسلوب سے نکل کر سخت لب ولہجہ اور شدید تنقید تک پہنچ گئی، فریق مخالف میں مشہور حنفی عالم شیخ زاہد الکوثری رحمہ اللہ اوران کے تلمیذ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ سے علامہ البانی سخت ناراض تھے اور نہایت سخت اسلوب میں ان پر تنقید کرتے تھے۔ شیخ اسماعیل الانصاری سے بھی ان کے اختلافات رہے۔ انصاری نے شیخ کے رد میں تعقب لبعض أغلاط الألبانی کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ شیخ کے بعض ہم مشرب علماء ومحققین حدیث نے بھی شیخ البانی کے منہج تحقیق پر نقد کیا ہے جس کو ملخصاً یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ شیخ البانی پر ایک اعتراض یہ ہے کہ وہ تدلیس کے مسئلہ میں زیادہ سختی برتتے ہیں۔ حالانکہ یہ ضروری نہیں کہ جس سند میں عنعنہ کرنے والا مدلس ہو وہ لازماً ضعیف ہی ہو بلکہ اس مسئلہ میں خاصی تفصیل ہے۔

۲۔ یہ بھی اعتراض ہے کہ وہ راویوں کے ایک دوسرے سے سماع پر زیادہ توجہ نہیں دیتے یہ چیز بھی حدیث پر حکم لگانے میں تساہل کا سبب ہے۔

۳۔ زیادۃ الثقۃ کے مسئلہ میں بھی ان کی الگ رائے ہے کہ اس میں انھوں نے بہت زیادہ توسع کا ثبوت دیا ہے اور بہت سے ان زیادات کو قبول کرلیا ہے جنہیں ائمہ حدیث نے شذوذ کے باعث ضعیف قرار دیا ہے۔

۴۔ علت وشذوذ کے مسئلہ میں عدم ترکیز کی بات کہی گئی ہے کہ شیخ بعض روایات کے بارے میں ائمہ متقدمین کے اقوال کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے متعدد ایسی باطل اور منکر احادیث کی تصحیح کر دی ہے جنھیں ائمہ متقدمین نے باطل قرار دیا ہے۔

۵۔ تصحیح احادیث میں تساہل: یعنی یہ کہ شیخ البانی رحمہ اللہ مستور، اسناد منقطع، مدلس اور صدوق سبھی کو شواہد ومتابعات میں قبول کرلیتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ بھی تساہل کی بات ہے۔

۶۔ وہ شواہد ومتابعات اور طرق ضعیفہ کی کثرت سے حدیث کو تقویت دے دیتے اور حسن قرار دیتے ہیں جبکہ سلف ایسا اسی وقت کرتے ہیں کہ طرق مضبوط ہوں۔

۷۔ شیخ البانی تخریج حدیث میں کبھی کبھی جلدی کر ڈالتے تھے اس عذر سے کہ متعلقہ ادارۂ نشر واشاعت کام کی جلدی چاہتا ہے۔

۸۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیخ اپنی تحقیق میں تقریب التہذیب پر زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ واضح رہے کہ تقریب التہذیب محض مختصر عنوانات کا مجموعہ ہے۔ متقدمین تقریب کی طرف صرف اسی وقت رجوع کرتے ہیں جب ترجیح بین الرواۃ کا معاملہ ہو سلف زیادہ تر مفصل تراجم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ شیخ البانی پر اعتراض یہ ہے کہ وہ مفصل تراجم کی طرف کم رجوع کرتے تھے۔ یہ اعتراضات جو شیخ کے منہج تحقیق پر وارد کیے گئے ہیں راقم سطور کا یہ منصب نہیں کہ وہ ان پر اپنی رائے دے۔ حدیث کے ماہرین، اساتذہ اور البانیات کے اسکالرز ہی اس سلسلہ میں بہتر رائے دے سکتے ہیں۔ یہ

اعتراضات ہم نے محض امانت علمی کے تحت نقل کر دیے ہیں۔ شیخ البانی کی تنقیص حاشا وکلا بھی مقصود نہیں ہے۔ یہ تمام اعتراضات صرف شیخ البانی پر ہی نہیں بلکہ تمام ہی متاخرین پر صادق آتے ہیں۔ ودسرے یہ کہ ان انتقادات واعتراضات سے شیخ کی جلالت علمی پر کوئی حرف نہیں آتا وہ ناصر السنة، قامع بدعة اور محدث القرن العشرين ہیں۔ جن اعتراضات کی تلخیص ہم نے نقل کی ہے ان کی تفصیل کے لیے انٹرنیٹ پر رجوع کریں: ملتقى أهل الحديث: الانتقادات على منهج الشيخ الألباني رحمه الله منهج المتأخرين۔ (۳۲)

حواشی

۱۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے:

الف۔ ابراهيم محمد العلي: محمد ناصر الدين الألباني رحمه الله، محدث العصر و ناصر السنة، دار القلم دمشق، طبعة ثانية ۲۰۰۳ء۔

ب۔ محمد بن ابراهيم الشيباني: حياة الألباني و آثاره و ثناء العلماء عليه۔

ج۔ عبد الباری فتح الله مدنی: ترجمہ اردو، صفة صلاة النبي ﷺ۔ شروع میں مترجم کے قلم سے شیخ کے حالات

نیز انٹرنیٹ پر دیکھیں:

(۱) www.N.eman.com نداء الإيمان عظماء في الإسلام پر شیخ کی مختصر ومکمل سوانح۔

(۲) www.albany.net موقع الامام محمد ناصر الدين پر نبذة مختصرة عن سيرة الشيخ الألباني

۲۔ اجماع کو عموماً شرع کے چار ماخذ میں سے ایک سمجھا جاتا ہے لیکن یہ واضح رہنا چاہیے کہ اجماع محض اکثریت کی رائے کو نہیں کہا جا سکتا۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کتاب وسنت کے تابع ہو۔ طلاق ثلاثہ اور رکعات تراویح کے بارے میں صحیح احادیث موجود ہیں۔ جبکہ فقہاء اور علماء کی اکثریت دوسری رائے کی حامل ہے۔ یہاں صحیح احادیث کو یہ کہہ کر نا قابل عمل نہیں ٹھہرایا جا سکتا کہ وہ اجماع کے خلاف ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ کہ انسان اللہ کا خلیفہ ہے، اکثر مفسرین کرام انسان کو اللہ کا خلیفہ مانتے ہیں لیکن ان کی یہ رائے غلط اور کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ اس لیے یہاں بھی اکثریت کے قول کا (بدلیل اجماع) اعتبار نہ ہوگا۔ اجماع کا ماخذ اصولیین سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۱۵ (وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ م بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ الآية) کو قرار دیتے ہیں۔ تاہم مفسر ابن حیان اندلسی نے اس پر شدید نقد کیا ہے: لکھتے ہیں: ''والآية بعد هذا كله هي وعيد للكفار فلا دلالة فيها على جزئيات فروع مسائل الفقه'' (البحر المحيط المجلد الثالث ص ۳۵۰) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا رجحان یہ ہے کہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم تو حجت ہے، بعد کے لوگوں کا حجت نہیں۔ ماضی قریب کے ایک محقق اسکالر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اجماع کے بارے میں اپنے ایک لیکچر میں کہا: ''اتفاق رائے یا کثرت سے فیصلہ کرنے کے لیے اجماع کی اصطلاح کا بہت ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن علماء کرام مجھے معاف فرمائیں تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اجماع فقط ایک مفروضہ اور افسانہ ہے۔ اس کا کوئی وجود نہیں اور چودہ سو برس میں اجماع کے ذریعہ فیصلہ کا کوئی طریقہ مقرر نہیں کیا گیا''۔ ''غطریف شہباز ندوی: ڈاکٹر محمد حمید اللہ مجدد علوم سیرت'' صفحہ ۸۷۔ فاؤنڈیشن فار اسلامک اسٹڈیز نئی دہلی طبع ۲۰۰۳ء۔

۳۔ اصول فقہ کی کتابوں میں بالعموم قیاس کو تیسرا ماخذ شرعی بتایا جاتا ہے۔ دور جدید کے بعض فقہاء مثلاً شیخ مصطفیٰ زرقاء کہتے ہیں کہ قیاس نہیں بلکہ اجتہاد کہا جانا چاہیے کیونکہ قیاس تو اجتہاد کے وسائل وذرائع میں سے ایک ہے۔ یہی رائے قوی معلوم ہوتی ہے۔

۴۔ فقہاء محدثین بالعموم اسی طریقہ پر عامل رہے ہیں۔ اس کی علمی تاسیس و تنقیح میں سب سے بڑا حصہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ کا ہے۔ اس مکتبِ فکر کی اساس وہ حدیث صحیح ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: تركت فيكم شيئين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله و سنتي. و لن يتفرقا حتى يردا على الحوض. (رواه الحاكم عن أبى هريرة رضى الله عنه صحيح الجامع الصغير للألبانى رقم ٢٩٣٧)

۵۔ ایک جگہ کہتے ہیں:

خوار از مہجوری قرآں شدی
شکوہ سنج گردش دوراں شدی
اے چوں شبنم بر زمین افتندۂ
در بغل داری کتاب زندۂ

۶۔ البانیہ یوروپ کے خطۂ بلقان میں واقع ہے۔ اس کے ایک طرف اٹلی، دوسری طرف یونان اور تیسری طرف جمہوریہ یوگوسلاویہ ہے۔ البانیہ میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ہے۔ جو ترک نژاد ہیں۔ ماضی میں وہ خلافت عثمانیہ ترکیہ کا حصہ رہ چکا ہے۔

۷۔ تفصیل کے لیے دیکھیں إبراهيم محمد العلى: محمد ناصر الدين الألبانى صفحه ۱۲، دراسته و أهم شيوخه، ناصر الدین بچپن سے مطالعہ کے بہت شوقین تھے، خود اپنے بارے میں لکھا ہے: ’’فى أول عمرى قرأت ما يقرأ و مالا يقرأ‘‘ صفحہ ۱۳، آگے اس کی تفصیل بھی دی ہے: ’’أول ما أولعت بمطالعته من الكتب: القصص العربية، كالظاهر و عنترة، والملك سيف، و ما إليها... ثم القصص البوليسية المترجمة كأرسين لوبين و غيرها. ثم وجدت نزوعاً إلى القرآت التاريخية‘‘ نفس المصدر ص ۱۵۔ اس کے بعد مجلّہ المنار اور الإحياء کی تحقیق کا قصہ بیان کیا ہے۔ شیخ البانی کے اس متنوع مطالعہ کا فائدہ یہ ہوا کہ زبان و بیان اور طرز و اسلوب بالکل اہل زبان کا ہو گیا۔ ان کی تحریروں میں ادبی لطف بھی ہے اور شجاعت ادبیہ کا مزہ بھی کہیں پر بھی عجمۃ و تکلف کا گمان نہیں ہوتا۔

۸۔ سید رشید رضا شیخ مفتی محمد عبدہ رحمہ اللہ اور ان کے استاذ جمال الدین افغانی رحمہ اللہ کے خوشہ چیں ہیں۔ محمد عبدہ کو الاستاذ الامام کہتے تھے۔ شیخ محمد عبدہ رحمہ اللہ مسلمانوں کی علمی نشاۃ ثانیہ کے علمبردار تھے۔ شیخ رشید رضا بھی اسی فکر کے آدمی ہیں۔ البتہ قرآن اور حدیث پر ان کی نظر زیادہ گہری تھی اور یہیں سے سلفیت کی طرف ان کا رجحان ہوا۔ ان کا یہ ذوق برابر ترقی کرتا گیا حتی کہ محی السنۃ اور امام سلفیت کہے جانے لگے۔

۹۔ شیخ ساعاتی رحمہ اللہ نے پہلے مسند احمد کی تبویب فقہی مباحث کے لحاظ سے کی جس کا نام الفتح الربانى فى ترتيب مسند الإمام أحمد بن حنبل الشيبانى کے نام سے کی پھر اس کی شرح بلوغ الامانى کے نام سے لکھنی شروع کی۔ جس کی ۵ جلدیں شائع ہو گئی ہیں۔ یہ کتاب الصلاۃ تک ہے۔ پھر اس کو شیخ احمد شاکر مصری رحمہ اللہ نے بھی ایڈٹ کیا لیکن ان کا کام بھی ناتمام ہے۔ ہندوستان میں علامہ شبیر احمد ازہر میرٹھی (وفات ۲۰۰۵ء) نے اردو میں مسند احمد کی مفصل شرح و تحقیق کا کام کیا۔ جو مسند سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ تک پہنچ گیا۔ یہ جلیل القدر علمی کام بھی ناتمام رہ گیا۔ صرف پہلا حصہ ہی منظر عام پر آسکا جس کا نام نهاية التحقيق شرح مسند ابو بكر الصديق ہے۔ بقیہ مسودات کی تفصیل حسب ذیل ہے: منتهى الآراب شرح مسند عمر بن الخطاب رضى الله عنه ۳ جلد۔ مواهب المنان شرح مسند عثمان بن عفان رضى الله عنه

دوجلد، إرشاد الطالب شرح مسند علی بن أبی طالب رضی الله عنه ۵جلد، نیل المراد شرح مسند طلحة الجوادرضی الله عنه ،نیل المرام شرح مسند الزبیر بن العوام رضی اللہ ایک جلد۔درر الغواص شرح مسند سعد بن أبی وقاص رضی الله عنه ۔ یہ سب مسودات ابھی غیر مطبوعہ ہیں اورالماریوں کی زینت بنے ہیں۔کاش کوئی صاحبِ خیر متوجہ ہواور یہ منظر عام پر آسکیں)

۱۰۔ حتی إن إدارة المکتبة الظاهرية بدمشق خصصت غرفة خاصة له ليقوم فيها بأبحاثه العلمية الخ ۔ ملاحظہ ہو نبذة مختصرة عن سيرة الشيخ الألبانی (نیٹ پر) پہلا صفحہ۔نیز حاشیہ پر ایک نمبر کے تحت مذکورتمام مراجع۔

۱۱۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حافظ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اور علامہ امیر الصنعانی رحمہ اللہ اور محدثین ہند صدیق بن حسن، شمس الحق عظیم آبادی، عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری وغیرہم رحمہم اللہ کی کتابوں سے شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلفی منہج فکراختیار کیا، اوراس کے پرجوش داعی بن گئے۔انھوں نے اس کی ابتداء اپنے گھر، اقارب اوراساتذہ سے کی، ظاہر ہے کہ یہ بڑی عزیمت واستقلال کا کام تھا۔ان کے والدشیخ نوح نجاتی الألبانی مزارات سے استفادہ کے قائل تھے اوراپنے بیٹے کوبھی مقابرومزارات پرلے جانے کی کوشش کرتے تھے۔شیخ ناصرالدین نے توحیداوراس کے مسائل کے سلسلہ میں علمی دلائل کے ساتھ اپنے والد سے گفتگو کی۔مزارات پرصلاۃ کے عدم جواز پراپنے استاذ شیخ سعیدالبرھانی سے بات کی۔اس کے بعد شہر کے دوسرے مشائخ سے وہ ملے، مناقشے کیے۔اسی بحث وگفتگو کے دوران انھوں نے خودفقہ حنفی کی معتبر کتابوں سے استدلال کرتے ہوئے انبیاء وصالحین کی قبروں پر بنی مساجد میں صلاۃ کومکروہ تحریمی قراردیا اورکتاب تحذیر الساجد تالیف کی۔ کتاب میں دوامور پرتر کیز ہے۔(۱)حکم بناء المساجد علی القبور (۲)حکم الصلاة فی هذه المساجد ۔ ملاحظہ ہو إبراهيم محمد العلی: محمد ناصر الدين الألبانی محدث العصر و ناصر السنةص۲۲،۲۳۔

۱۲۔ ملاحظہ ہو مقدمہ کتاب الأحاديث الضعيفة و الموضوعة و أثرها السئ علی الأمة للألبانی ۔ المجلد الأول مكتبه المعارف للنشر و التوزيع رياض، الطبعة الثالثة۲۰۰۰ء۔

۱۳۔ اس کتاب کی تقریباً۴۹ جلدیں ہیں اورخودالبانی صاحب فرماتے ہیں کہ''اس کتاب کی تالیف میں میں نے تیس سال سے زیادہ وقت صرف کیا ہے''،اس میں ۱۶ہزار مسنداحادیث آگئی ہیں۔تخریجِ احادیث میں شیخ البانی رحمہ اللہ عموماً اسی کتاب پر اعتماد کرتے تھے۔ابھی قلمی مسودہ کی شکل میں ہے۔مزید تفصیل کے لیے دیکھئے عبدالباری فتح اللہ مدنی اردوترجمہ کتاب صفة صلاة النبی للألبانی رحمه اللهص۶۳۔ مطبوعه جمعية أهل الحديث التعليمية و الخيرية بالهند،دریاباد، یوپی۔

۱۴۔ ملاحظہ ہو وہی مرجع ص ۶۵۔

۱۵۔ پاکستان کے ایک عالم عبدالقدوس ہاشمی نے یہ عجیب وغریب دعوی کیا کہ مسنداحمدامام احمد کی کتاب نہیں ہے۔اس کی نسبت ان کی طرف درست نہیں۔اس کے راوی ابوبکرالقطیعی عقیدۂ واخلاق کے اعتبار سے ایک غلط آدمی تھے۔انھوں نے مسند میں ضعیف وموضوع روایتیں بھردی ہیں۔اسی طرح امام احمد کے فرزندعبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے اس میں اپنی مرویات کا اضافہ کرکے ابوبکرالقطیعی کے واسطہ سے انھیں متصل بنادیا ہے وغیرہ۔شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ (مفتی کبیر سعودی عرب) کی ایماء پرعلامہ البانی رحمہ اللہ نے مذکورعبدالقدوس ہاشمی کے ان ہفوات کا ردفرمایا۔اور۱۰۱صفحات پر مشتمل یہ رسالہ دار الصدیق سعودی عرب سے۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔

۱۶۔ بعض علماء مثلاً شیخ عبدالفتاح ابوغدہ وغیرہ نے شیخ کی اس کتاب پراعتراض کرکے انہیں سفور(بے پردگی) کاعلمبردار قراردیا

ہے۔حالانکہ یہ بات درست نہیں۔شیخ البانی رحمہ اللہ نے حجاب اسلامی کی ۸شرطیں بتائی ہیں:
(۱) استیعاب جمیع البدن إلا ما استثنی (۲) أن لایکون زینة فی نفسه (۳) أن یکون خفیفا لا یشف (۴)أن یکون فضفاضا غیر ضیق (۵) أن لا یکون مبخرا مطیبا (٦) ألا یشبه لباس الرجال (۷) أن لا یشبه لباس الکافرات (۸) أن لا یکون لباس شهرة۔
ان تمام شرطوں کی کافی ووافی وضاحت فرمائی ہے۔البتہ انھوں نے چہرہ کے پردہ کو واجب قرار نہیں دیا اور بڑے شرح وبسط کے ساتھ چہرہ کے پردہ کی حدیثوں پر بحث کی ہے۔مضبوط علمی دلائل سے جو رائے ان کے نزدیک راجح قرار پائی اس کا اظہار کر دیا ہے۔شیخ کی اس رائے سے اختلاف بھی کیا گیا ہے۔تاہم ان کے دلائل کی قوت سبھی تسلیم کرتے ہیں۔

۱۷۔ محمد الغزالی رحمہ اللہ اور د.سعید رمضان البوطی دونوں نے **فقه السیرة** کے نام سے الگ الگ کتابیں لکھیں ہیں جن کی شیخ نے تخریج کی ہے۔لیکن دونوں ہی مصنفوں نے شیخ کی متعدد رایوں سے اتفاق نہیں کیا۔اس سلسلہ میں شیخ کے اور ان کے مابین کافی تلخی بھی ہوئی۔البوطی کے تعقب میں شیخ البانی نے الگ سے ایک رسالہ بھی لکھا ہے: **دفاع عن الحدیث النبوی و الرد علی جهالات الدکتور البوطی فی فقه السیرة۔**

۱۸۔ شیخ البانی کی تعقیبات، تنقیدات، ردود ومناظرات کی تعداد تقریباً ۲۴ تک پہنچتی ہے۔تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ابراہیم محمد العلی: محمد ناصر الدین الالبانی صفحہ ۹۴ تا ۱۱۳۔

۱۹۔ نفس مصدر صفحہ ۲۱ تا ۲۸۔

۲۰۔ **فقه السنة** مصری عالم اور اخوان المسلمون کے رکن سید سابق رحمہ اللہ نے لکھی ہے جس میں مروجہ مذاہب فقہ کی بجائے سنت کو اصل بنیاد بنایا ہے۔البتہ متعدد مسائل میں فقہ حنبلی کی طرف مصنف کا رجحان بالکل واضح ہے۔تاہم اس کتاب میں احادیث کی تصحیح وتحقیق میں متعدد فاش غلطیاں راہ پا گئی ہیں جس کی وجہ سے شیخ البانی نے اس کتاب پر تنقیدی نظر ڈالی اور اپنی تعلیقات کو ایک جلد میں جمع کر دیا ہے۔جس کا نام **تمام المنة** ہے۔ **تمام المنة** کے مقدمہ میں ترتیب وار سید سابق کی غلطیاں بیان کی ہیں۔اس کے علاوہ ۱۵ علمی وتحقیقی قاعدے بھی بیان فرمائے ہیں۔اس طرح دوسری کتابوں کے مقدموں کے ساتھ **تمام المنة** کا مقدمہ بھی بیش بہا علمی فوائد کا حامل اور خاصے کی چیز بن گیا ہے۔

۲۱۔ شیخ البانی دوبار شام میں قید کیے گئے۔ایک بار ایک مہینہ تک اور دوسری بار ۶ ماہ تک۔اس کے بعد رمضان ۱۴۰۰ھ میں دمشق سے عمان کو ہجرت پر مجبور ہوئے لیکن جلد ہی وہاں سے دمشق آنا پڑا۔اس وقت خطہ کے حالات خاصے مخدوش تھے چنانچہ دمشق سے پھر بیروت گئے۔بیروت میں زیادہ مدت تک قیام نہ رہ سکا۔اور وہاں سے امارات آئے۔امارات میں شیخ کے بعض احباء و تلامذہ نے پرجوش استقبال کیا۔اور کافی مدت تک امارات میں قیام پذیر رہے اور علمی افادہ کا سلسلہ جاری ہو گیا۔امارات کے زمانۂ قیام ہی میں خلیج کی دوسری ریاستوں قطر وکویت وغیرہ میں آنے جانے کے مواقع ملے۔تین سال سعودی عرب میں آپ کا قیام رہا۔جب مدینہ میں جامعہ اسلامیہ کی تاسیس ہوئی اور اس کے پہلے صدر اور مملکت کے مفتی اکبر شیخ محمد ابراہیم آل الشیخ کی ایماء پر آپ وہاں تشریف لے گئے اور ۱۳۸۱ھ تا ۱۳۸۳ھ وہیں رہے۔اور حدیث کی تدریس کے فرائض انجام دیئے۔وہاں آپ کا عہدہ برصغیر کی اصطلاح میں شیخ الحدیث کا تھا۔اسی مدت میں آپ کے فکری منہج کی گہری چھاپ جامعہ اسلامیہ مدینہ پر پڑ گئی۔تاہم اس کے بعد بحکم **المعاصرة أصل المنافرة** بعض حاسدوں نے آپ کے خلاف مہم چلائی۔لہٰذا اس کے بعد شیخ پھر مکتبہ ظاہریہ دمشق لوٹ آئے۔

۲۲۔ وفی عام۱۴۱۹ھ۱۹۹۹ءمنح الشیخ جائزۃ الملک فیصل العالمیة للدراسات الإسلامیة وذلک تقدیراً لجھودہ القیمة فی خدمة الحدیث النبوی تخریجا و تحقیقا و دراسة۔ملاحظہ ہوإبراھیم محمد العلی: محمد ناصر الدین الألبانی محدث
العصر و ناصر السنة صفحہ۳۹۔نیز حاشیہ نمبرا کے تحقیق مذکورتمام مراجع۔
۲۳۔ ابراھیم محمد العلی دکتور: محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ محدث العصر و ناصر السنة دار القلم دمشق صفحہ۴۹۔۵۰طبعة۲۰۰۳ء
۲۴۔ ملاحظہ ہو شیخ البانی کا طویل انٹرویو شائع کردہ ماہنامہ ''التوعیة'' مرکز ابوالکلام للتوعیة الاسلامیہ نئی دہلی نومبر ۱۹۹۵ء۔انٹرویو کا ترجمہ مولانا رفیق احمد سلفی کے قلم سے۔
۲۵۔ مرجع مذکور عربی شعر کا ترجمہ ہے: تم نجات تو چاہتے ہو لیکن اس کے رستے پر نہیں چلتے، کشتی خشکی پر چلتی ہے؟
۲۶۔ ملاحظہ ہو:محمد ناصر الدین الألبانی: سلسلة الأحادیث الضعیفة المجلد الأول مکتبة المعارف الریاض للنشر و التوزیع۔طبع ثانی ۲۰۰۰ء صفحہ ۴۷۔
۲۷۔ مصدر سابق صفحہ۴۲۔
۲۸۔ محمد ناصر الدین الألبانی: الحدیث حجة بنفسه فی العقائد و الأحکام اردو ترجمہ ''حجیت حدیث'' بدر الزماں نیپالی صفحہ۹۰۔
۲۹۔ شبیر احمد ازہر میرٹھی رحمہ اللہ:تقریب المأمول فی أصول حدیث الرسول مقدمہ نهایة التحقیق شرح مسند أبو بکر الصدیق جزءاول مکتبہ ازہریہ رائد میرٹھ یوپی صفحہ۲۸ تا۳۱۔
۳۰۔ ملاحظہ محمد ناصر الدین الألبانی رحمہ اللہ: مقدمة تمام المنة فی التعلیق علی فقه السنة طبعة جدیدة دار الرایة للنشر و التوزیع ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱ءالقاعدۃ الثانیة عشرۃ صفحہ۳۴۔
۳۱۔ ملاحظہ ہو محمد ناصر الدین الألبانی: الأحادیث الضعیفة و أثرها السیء علی الأمة. مقدمه. المجلد الأول مکتبة المعارف للنشر و التوزیع الریاض طبع ثانی ۲۰۰۰ء۔نیز مولانا ابوسحبان روح القدس ندوی کا مختصر مقالہ ''محدث جلیل علامہ محمد ناصر الدین البانی، حیات وخدمات''، مولانا ندوی نے یہ تو لکھا ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ نے الألبانی أخطاءہ و شذوذہ کے نام سے عربی میں ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے۔جس میں شیخ کے تفردات اور تحقیق کی غلطی کا جائزہ لیا گیا ہے جس سے اہل علم واقف ہیں۔مگر مولانا ندوی یہ ذکر کرنا بھول گئے کہ عالم عرب میں اس کتاب کو ارشد السّلفی کے نام سے شائع کیا گیا تھا۔
۳۲۔ یہ انتقادات اس سائٹ پر ملیں گے:

http://www.ahlulhadeeth
cc/vb/showthread.php=616